افکارِ پریشاں

سرمایہ داری اور اقبال

معاشرے کی اصلاح کے لیے اقبال نے جہاں اس کے اور کئی معیوب پہلوؤں پر روشنی ڈال کر بہتری کی تجاویز پیش کیں، وہاں انھوں نے سرمایہ داری کو معاشرے کے لیے سم قاتل قرار دے کر اس کی بہت مذمت کی۔

یو جا بھی ہے بے سود نمازیں بھی ہیں بے سود
قسمت ہے غریبوں کی وہی نالہ و فریاد
ہیں گرچہ بلندی میں عمارات فلک بوس
ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانۂ آباد!

"ویرانۂ آباد" کو بسانے والوں کی زندگی کی تفاصیل بیان کر جب اقبال پُرجوش انداز میں اس کی حمایت میں نعرہ زن ہوتے ہیں تو بسا اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج کل کے معروف "ازموں" کے مقلد بن گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے سامنے صرف اسلامی دنیا ہے۔ جس میں غیر مسلم اور مسلمان سرمایہ داران فلاکت زدہ مسلمانوں کو براہِ راست اور بالواسطہ لوٹ کر اپنے بنک اور محلات تعمیر کر رہا ہے۔ اقبال کا دل ان مظلوموں کے لیے آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے اور وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اور وہ مظلوم انسانوں کے سامنے "جوشِ کردار" کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے جرأت رندانہ کی تبلیغ کرتے ہیں :

راز ہے راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز
جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طلوع
کوہِ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز
جوشِ کردار سے تیمور کا سیلِ ہمہ گیر
سیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز

معاشرے کے یہ چند اہم مسائل تھے جن کو اقبالؔ نے بالتفصیل موضوعِ سخن بنایا ہے۔ لیکن آزادیٔ افکار، سینما، مغربی تہذیب، کور ذوقی، فرنگی مدنیت، اور مسلمان کی کاہلی اور بے عملی پر بھی اقبالؔ کے کلام میں جابجا اشارے ملتے ہیں۔

اقبالؔ اور معاشرہ۔ ڈاکٹر محمد باقر۔ ماہِ نو، اپریل ۱۹۵۶

متعصب عالم گیر!

"عالم گیر کی سرپرستی نہ صرف مسلمان فضلا اور شعرا تک محدود رہی بلکہ اس نے ہندو اہل ہنر و اہل علم و کمال کو بھی اپنا رہینِ منت بنایا۔ ہندی کا مشہور رزمیہ شاعر یعنی بیر واس اور بھوشن کوی کا بھائی چنتا منی کوی اورنگ زیب کے سایۂ عاطفت میں بڑھا۔ چنتا منی کے توسل سے بھوشن کوی دہلی مغل دربار میں پہنچا اور وہاں عرصے تک رہا۔ کئی اپنی ہسٹری آف ہندی لٹریچر میں لکھتا ہے کہ "سخت گیر اورنگ زیب ہندوؤں کے فنون و علوم کا دلدادہ نہ تھا لیکن ہندی کے ہندو شعرا دربار کی اعانت اور سرپرستی سے قطعاً محروم نہیں رہے۔ بہت سے شاعر اورنگ زیب اور اس کے بیٹے بہادر شاہ کے دربار سے وابستہ رہے۔" اسی حقیقت کو مولانا شبلی اس طرح واضح کرتے ہیں کہ "عام خیال یہ ہے کہ ہندوؤں کے علوم

اور زبان سے نہایت نفرت رکھتا تھا لیکن مسلمانوں نے بھاشا زبان پر جس قدر اس کے زمانہ میں توجہ کی، پہلے نہیں کی۔"

(بزم تیموریہ۔ مصنفہ صباح الدین عبدالرحمٰن ایم۔اے)

خود غرضی

"انشا اپنا مطلب ہزار طرح سے نکال لیتے تھے مثلاً جمعرات کا دن ہوتا تو باتیں کرتے کرتے دفعتاً خاموش ہوتے اور کہتے کہ پیر و مرشد غلام کو اجازت ہے۔ بادشاہ کہتے خیر باشد! کہاں؟ کہاں؟ یہ کہتے حضور آج جمعرات ہے۔ غلامِ نبی کریم شاہِ دین و دنیا کا دربار ہے۔ کچھ عرض کرے۔ شاہ عالم بہ ادب کہتے کہ ہاں ہاں بھئی ضرور جائیے۔ سید انشا خاں ہمارے لیے بھی کچھ عرض کرنا۔ یہ عرض کرتے کہ حضور! غلام کی اور آرزو کون سی ہے؟ یہی دین کی آرزو، یہی دنیا کی مراد! یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے۔ بادشاہ کچھ اور بات کرنے لگتے کہ ایک لمحے کے بعد پھر یہ کہتے کہ پیر و مرشد! پھر غلام کو اجازت ہو۔ بادشاہ کہتے کہ "ہیں"۔ "اے بھئی میر انشاء اللہ خاں ابھی تم گئے نہیں؟ یہ کہتے کہ حضور بادشاہ عالی جاہ کے دربار میں غلام خالی ہاتھ کیوں کر جائے۔ کچھ نذر و نیاز، کچھ چراغی تو مرحمت ہو۔ بادشاہ کہتے "ہاں بھئی۔ درست" "درست" مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ جیب میں ہاتھ ڈالتے اور کچھ روپے نکال کر دیتے۔

بادشاہ جو کچھ دیتے، میر انشاء اللہ خاں لے لیتے اور وہ ایک دعائیہ فقرے کہہ کر پھر کہتے "کہ حضور! دوسری جیب میں دستِ مبارک جائے تو فدوی کا کام چلے، کیونکہ وہاں سے پھر کر بھی آنا ہے۔" بادشاہ کہتے کہ "ہاں ہاں سچ ہے، سچ ہے، بھلا وہاں سے دو کھجوریں تو کسی کو لاکر دو۔ بال بچے کیا جانیں گے کہ تم آج کہاں گئے تھے۔"

("کلام انشاء" مرتبہ مرزا محمد عسکری)

محاسن و معاصی

"ایک لطیف گناہ ہزاروں خشک نیکیوں سے بالاتر ہے۔ عقبیٰ کی دور اندیشیاں اسی دماغ کے لیے ہیں جن میں دنیا کی حقیقی رنگینیوں میں محو ہو جانے کی صلاحیت نہیں۔ دوسری دنیا کی سزا و جزا پر غور کرنے والا منطقی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس راز سے بے خبر ہے کہ انسان منطق کے ذریعے سے زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ حیاتِ انسانی میں کیف و سرور پیدا نہیں کر سکتا۔ عقبیٰ کی کشمکش کا خیال بھی نہ آنا چاہیے وہ زندگی ایک شورش بے مدعا بن کر رہ جائے گی۔

اگر مذہب و اخلاق کے خود ساختہ قوانین کو نظر انداز کر دیا جائے، حقوق و فرائض، محاسن و معاصی کا باہمی امتیاز ہی فنا ہو جاتا ہے۔ جس عمل کو ایک صحیح اور رنگین مذاق انسان کو اخلاص اور بیباکی سے کرنا چاہیے، وہ محاسن میں خود بخود آجاتا ہے۔ معاصی میں صرف وہی اعمال داخل کیے جا سکتے ہیں جو حزن و ملال، بے دلی اور بزدلی کے ساتھ کیے جائیں۔ اس صورت میں وہ حسن عمل بھی محال ہو جاتا ہے، جو خود ہر عمل کو محاسن میں شامل کر دیتا ہے۔ بیباکی معاصی کو اعمال صالحہ میں داخل کر دیتی ہے اور بزدلی عموماً اعمال حسنہ کو معصیت بنا دیتی ہے۔ اخلاقی فرائض صرف وہ بے جا ذمہ داریاں ہیں جو ایک کمزور اور بزدل انسان اپنے سر لیتا ہے۔"

("محشر خیال" سجاد انصاری)